مسلمانوں کی زندگی کا مقصد

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار
بگذارند و سر طرۂ یارے گیرند

مخلوقات کے خالق نے ہر اس چیز کو جس کو اس نے پیدا فرمایا خود ہی اس کی زندگی کا مقصد بھی متعین فرما دیا ہے پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ اشرف المخلوقات اور خلیفۃ اللہ انسان کی زندگی کا مقصد متعین نہ فرمادیا ہو اور اس کے لئے انسان کو آزاد چھوڑ دیا ہو کہ اس کا جب جو جی چاہے کیا کرے۔

انسانوں کی زندگی کے مقصد کے متعلق ارشاد ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اور یہی وہ انسانی زندگی کا مقصد ہے کہ جس زمانے میں جس قوم نے جس ملک میں اس کو فراموش کیا یا بدل ڈالا تو وحی آسمانی کا نزول ہوا اور اللہ کے کسی خاص بندے نے اس بھولے ہوئے سبق کو یاد دلایا۔ انہیں خاص بندوں میں نوح و ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ بھی تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی آئے اور یہی وحی آسمانی ہے توریت انجیل بھی ہے اور قرآن مقدس بھی اور قرآن اس بات پر بھی شاہد ہے کہ کوئی قریہ اور کوئی قوم بھی نہیں ہے جس کے اندر رسول نہ بھیجے گئے ہوں اور اللہ کا پیغام نازل نہ کیا گیا ہو۔

جس طرح دنیا کے اندر آقا اور ملازم ہوتے ہیں اسی طرح عبد کا تعلق بھی معبود برحق سے ہے اور اسی حیثیت کے قانون اور قواعد ضوابط کو وحی آسمانی کے اندر بیان کیا گیا ہے اور حقیقت میں انسان کی زندگی کا اصلی مقصد اسی کو ہونا ہی چاہیئے تھا۔

دنیا کے اندر ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی زندگی کا سرے سے کوئی مقصد ہی نہیں ہوتا اور کچھ ایسے بھی ہیں جو ابن الوقت ہوتے ہیں جب جیسا موقع آیا اپنی زندگی کو بھی اسی سانچے میں ڈھال لیا اور اکثر ایسے بھی ہیں جو اپنے کو مذہبی آدمی ظاہر کرنے کے باوجود نفس کو ذلیل کرتے ہوئے ضمیر کو دھوکا دیتے ہوئے پوشیدہ اور ظاہر طور پر اپنی زندگی کا آپ ہی مقصد متعین کرتے اور اخیر دم تک اسی پر قائم رہتے ہیں حالانکہ ان کا اپنا متعین کیا ہوا زندگی کا مقصد ادنیٰ اور ذلیل ہوتا ہے جو انسانیت کے ماتھے پر بدنما داغ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور حقیقت تو یہ ہے کہ ان صورتوں میں یہی ہو بھی سکتا تھا کیونکہ خدا کا متعین کردہ زندگی کا اعلیٰ مقصد چھوڑنے کے بعد ادنیٰ ہی ہاتھ آئیگا اور قاعدہ ہے کہ جو جتنا زیادہ بلندی سے گریگا اتنا ہی زیادہ چوٹ کھائیگا

شنیدہ ام کہ سگان را قلادہ مے بندی
چرا بگردن حافظ نمی کنی رسنے

یہ تو جو کچھ کہا گیا یہ عام انسانوں کی زندگی کے مقصد کے لئے تھا لیکن مسلمانوں کی زندگی کا مقصد اس سے بھی زیادہ اعلیٰ ہے، ارشاد ہے

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

(اے امت محمدیہ صلعم) تجھے بہترین امت اس لئے بنایا گیا ہے کہ تو لوگوں کو نیک باتوں کا حکم کرے اور بری باتوں سے روکے۔

گویا مسلمان قوم اس لئے نہیں ہے کہ فقط اپنی ہی سلامتی کے لئے زندگی بسر کرے بلکہ اس کا ایک اور فرض ہے کہ دوسری قوموں کی کشتی کو بھی منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے دنیا میں زندگی بسر کرے۔ ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ وہ قرآن کا پیامی ہو اور اسلام کا سپاہی۔

یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص مسلمان بھی ہو اور اس کی زندگی کا مقصد کالج اور مدرسے کی پروفیسری اور معلمی بھی ہو اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص مسلمان بھی ہو اور اس کی زندگی کا مقصد بی۔ اے، ایم۔ اے

کی ڈگریاں حاصل کرنا اور دفتروں کی ملازمت کرنا ہو اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اس کی زندگی کا مقصد کاشتکاری و تجارت اور دنیا کی ترقی تک محدود ہو اور پھر یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص اپنے کو مسلمان بھی کہتا ہو اور اسلام کی ساری باتوں سے انحراف بھی کرتا ہو اور اگر ایسا ہے تو یہ اس کا من مانا اسلام ہے اپنا متعین کردہ زندگی کا مقصد ہے اور یہی باتیں جب آگے کو بڑھ جاتی ہیں تو فرعونیت اور نمرودیت کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں

علمائے کرام و واعظین عظام اور اہل قلم حضرات کو اس طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے کہ آج مسلمانوں کے لئے جو بہتری کی کوئی تدبیر راس نہیں آتی ہے اس کا ایک بڑا سبب یہی ہے کہ انھوں نے انفرادی طور پر اپنا اپنا اپنی زندگی کا آپ مقصد متعین کر لیا ہے اور یہ جب تک باقی رہے گا کوئی علاج شفا بخش ثابت نہ ہوگا۔

یہی انجمنیں، ایسے اخبارات و رسائل اور ایسے واعظین اور مقررین کو ہی سب سے پہلے ٹوکنا چاہیئے اور ان ہی کی سب سے پہلے اصلاح کرنی چاہیئے جن کی زندگی کا مقصد مسلمانوں کے لئے خود ہی دھوکا بنا ہوا ہے۔

ہر کسے ناصح برائے دیگران
ناصح خود کم بود اندر جہان

مسلمانوں کے ان ہمدردوں کو اور ان بزرگوں کو جن کو واقعی اسلام اور مسلمانوں کا خیال ہے اپنے مشوروں اور اپنے مواعظ سے سب سے پہلے مسلمانوں کی زندگی کے مقصد کو ہی یاد دلانا چاہیئے اور جب ایک کام ہو جائیگا تو ان کے اندر صلاحیت پیدا ہو جائیگی اور پھر جو کچھ ان سے کہا جائیگا قبول کرینگے اور کر سکیں گے۔

قرآن مجید مسلمانوں کی زندگی کے مقصد کو بتاتا ہے اور پھر اس کو پورا کرنے کیلئے ابھارتا اور آمادہ کردیتا ہے اس لئے سو تدبیروں کی ایک تدبیر یہ ہے کہ ان کو اس طرف متوجہ کردیا جائے۔

جیسا کہ میں نے اس سے پہلے بھی کہا ہے آج بھی کہتا ہوں کہ کم سے کم واعظین کرام صرف ایک سال تک جب وعظ و تلقین کا موقع آجائے تو مسلمانوں کو قرآن کے علم و عمل کی طرف توجہ دلائیں اور یہ متفقہ آواز ہو اور مسلسل ہو پھر میرا دعویٰ ہے کہ آج کی طرح سے بے نتیجہ، بے ثمر اور انتشار و پریشان خیالی کا منظر سامنے

نہ ہوگا جیسا کہ ہر سال ہو رہا ہے۔ ان شاء اللہ اس ایک ہی برس میں قوم ایک چیز سے گی، ایک بات سیکھے گی اور یہ ایک چیز ایسی ہے کہ اگر اس کو ایک مرتبہ اختیار کر لیا گیا تو ساری بگڑی بیک وقت بن جائے گی۔

بہر حال مسلمانوں کی زندگی کا مقصد متعین ہونا چاہیے اور یہ وہی ہو جس کو ان کے پیدا کرنے والے نے متعین کیا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ سوائے قرآن کے اور کہیں نہیں مل سکتا بس قرآن مجید کی تعلیم معنی و مطلب کے ساتھ عام اور لازمی کرنے کی شدید ضرورت ہے۔

اپنے آقا سے

اے میرے آقا تو کہاں ہے؟ میں تیرا بندہ ہوں تو مجھے مل جا! اور بتا دے کہ میں تیری بندگی کیوں کر ادا کروں!

آقا! اے میرے آقا! ذرّے صحرا سے جدا ہو کر کھو جاتے ہیں، قطرے دریا سے الگ ہو کر فنا ہو جاتے ہیں، پھول شاخوں سے ٹوٹ کر کملا جاتے ہیں اور بو پھولوں سے نکل کر آوارہ ہو جاتی ہے اسلئے میں تیری مسلسل بندگی اور تیرا متصل وصل چاہتا ہوں!!

میرے پیارے آقا میری ساری تمنائیں اور میری ساری آرزوئیں اس میں پوشیدہ ہیں کہ تو ایک بار اپنے آقا کہنے کی اجازت دیکر میری عبدیت کی تکمیل فرما دیگا!!!

"مصلح"

حقیقی بندہ

جسنے اپنے آقا کی صحبت پر صبر نہ کیا اللہ اس کو غلاموں کی صحبت میں مبتلا کریگا اور جسکی امیدیں اپنے مالک کے سوا سب سے منقطع ہو گئیں وہی حقیقت میں بندہ ہے۔

"حضرت شیخ ابو عمرو عثمانؒ"